

از: سعدیہ عارف



مقصدِ آزادی

<https://primeurdunovels.com/>

مقصدِ آزادی

از قلم سعدیہ عارف

"شہزادی ہانیہ کو بادشاہ سلامت نے یاد کیا ہے۔"

غلام نے آکر بادشاہ کا پیغام دیا تھا جبکہ خود جواب پانے کے لیے دونوں ہاتھ اور نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ شان سے تخت پر بیٹھی تھی جبکہ چار کنیزیں اسے تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ ایک شاہی لباس میں ملبوس تھی جس کا کام دار گھیرا زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ اس کے سنہری گھنگھرا لے بال کمر سے نیچے تک آبشار کی مانند لٹک رہے تھے۔ سرخ اور گولڈن لباس میں ملبوٹ وہ اپسرا لگ رہی تھی۔ اس کے

لباس کو مختلف قیمتی ہیروں اور نگینوں سے سجایا گیا تھا۔ چہرہ مثل چاند، اناری رنگت، گہری نیلی آنکھوں پر بل کھاتی ہوئی گھنی پلکیں، اٹھی ہوئی مغرور ناک اور نچلے ہونٹ پر تل، وہ بلاشبہ ایک شہزادی تھی۔ ایک ادا سے اس نے غلام کو حکم صادر کرتے پہلو بدلہ تھا جس پر کنیز نے آگے بڑھ کر ان کے لباس کا ایک پہلو پکڑا تھا۔ باقی کنیزوں نے بھی پہلی کی پیروی کی تھی۔ غلام نے حکم پاتے ہی کمر کو ہلکا سا خم دیا اور اٹے قدموں واپس ہو گیا۔

وہ ایک شان سے راہداری عبور کرتے ہوئے چار کنیزوں سمیت بادشاہ کے دربار داخل ہوئی تھی۔ بادشاہ سلامت اپنے شاہی تخت پر براجمان اپنی بیٹی کو دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ وزیر کی نگاہیں بھی سپاہیوں سمیت جھک گئیں تھیں۔ وہ بادشاہ سلامت کے تخت کے قریب پہنچی تھی جب بادشاہ نے آگے بڑھ کر خود اپنی شہزادی کا ہاتھ تھام کر اس کا استقبال کیا تھا۔ آج بادشاہ کے دربار کو مختلف پھولوں اور رنگ برنگی لائٹس سے سجایا گیا تھا۔

اسی اثناء میں شاہی جوڑے میں ملبوس شہزادہ اپنے وزراء سمیت بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا تھا۔ کنیزوں نے پھولوں کی برسات سے ان کا استقبال کیا تھا۔ جبکہ بادشاہ سلامت نے گرم جوشی سے شہزادے عاصم کا استقبال کیا تھا۔ آج شہزادی نے ہانیہ سلیم سے ہانیہ عاصم ہو جانا تھا۔ آج اسے بادشاہ سلیم کے دربار سے رخصت ہو کر شہزادے عاصم کے دل کی ملکہ بننا تھا۔ بادشاہ سلامت نے اپنی شہزادی کا ہاتھ تھام کر شہزادہ عاصم کے ہاتھوں میں دیا۔ شہزادہ عاصم نے نیچے جھک کر ان کا ہاتھ تھاما اور ہیرے سے مزین دلکش، خوبصورتی سے بھرپور جگمگ انگوٹھی نکالی۔

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Email : aatish2kx@gmail.com

شہزادہ عاصم انگوٹھی پہنانے ہی لگے تھے کہ سپاہی نے دربار میں موجود بڑا گھنٹہ بجانا شروع کر دیا جو کہ مصیبت یا حملہ ہونے کی صورت میں سپاہیوں کو آگاہ کرنے کے لیے بجایا جاتا تھا۔

ہر طرف افرا تفری پھیل گئی۔ شہزادی ہانیہ نے ایک قدم بڑھایا کہ ان کا شاہی لباس ان کے پاؤں کے نیچے آ گیا اور وہ لڑکھڑا کر گر گئی۔ شہزادہ عاصم بھی انہیں بچانہ پائے تھے۔ نیچے گرتے ہی شہزادی کا سر زمین پر لگا تھا اور وہ چکرا گئیں۔ گھنٹہ ہنوز بجایا جا رہا تھا۔-----

الارم مسلسل بج رہا تھا۔۔۔۔۔ اور وہ جو خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی اب اوندھے منہ بیڈ سے نیچے گری پڑی تھی۔ جب الارم کی مسلسل بجتی ہوئی بیل اور سر پر لگی چوٹ محسوس ہوئی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

"اففف! میرا شہزادہ عاصم۔" اس نے اٹھ کر غصے سے الارم کی بولتی بند کی اور پاؤں پٹختی واشروم کی طرف گئی۔

#####

#####

"گڈ مارنگ گرینڈ پا!"

وہ فریش ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی، جبکہ گرینڈ پاناشے کے لیے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ہانیہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی اور بہت لاڈلی تھی۔ والدین کی طرف سے اسے کھلی چھوٹ تھی اور اسی آزادی کی وجہ سے اس کی عادات بگڑ گئی تھیں۔ وہ جب چاہے جہاں چاہے آتی جاتی تھی۔ اسے کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ ہانیہ کے پیرنٹس چھٹیاں گزارنے تین مہینے کے لیے سویٹزرلینڈ گئے تھے اور ہانیہ اس دوران اپنے گرینڈ پا کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اس گھر کے کل چار ہی افراد تھے۔

"ہانی بیٹا! کتنی مرتبہ کہا ہے سب سے پہلے سلام لیتے ہیں۔"

اس نے ناشتہ شروع کیا تھا کہ میسج نوٹیفکیشن موصول ہوا۔

"گرینڈ پا مجھے دیر ہو جائے گی آپ انتظار نہ کرنا اور سو جانا۔"

ہانیہ نے جلدی سے جوس کا گلاس ختم کیا۔

بیٹا کبھی تو گھر بیٹھ جایا کرو۔ بیٹیاں گھر میں اچھی لگتی ہیں۔ یہ کیا آئے دن تمہارے دوست پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔"

"کیا ہے گرینڈ پاجب می ڈیڈی کو مسئلہ نہیں ہے تو آپ کیوں میرے دوستوں سے ملنے پر پابندی لگاتے ہیں۔" وہ زچ ہو کر بولی تھی۔

"بیٹا۔۔۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا گرینڈ پاجب، میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔ گڈ بائے!"

گرینڈ پاجب کی بات ادھوری چھوڑ کر وہ جا چکی تھی جس پر انہوں نے سرد آہ بھری تھی۔

#####

#####

وہ حمزہ کی بھیجی ہوئی لوکیشن پر پہنچ چکی تھی۔

"کیسے ہو بڈیز؟ آج کا کیا پلان ہے؟"

"آج ہم مووی دیکھیں گے، شاپنگ کریں گے اور اس کے بعد کلب جائیں گے، پارٹی کریں گے۔"

علینہ نے پر جوش لہجے میں بتایا۔

"عشال نہیں آئی کیا؟" حماد نے پوچھا تھا۔

"میں نے کال کی تھی اسے مگر اس کے وہی پرانے خیالات کے ماں باپ اس کی پتہ نہیں کب جان چھوڑیں گے۔" ہانیہ نے زہر آلود لہجے میں کہا تھا۔

ہانیہ، علینہ،، عشال، حمزہ اور حماد یونیورسٹی کلاس فیلوز تھے۔ باقی چاروں تو رئیس ماں باپ کی بگڑی اولادیں تھیں مگر عشال کا تعلق مڈل فیملی سے تھا۔ اسے اکیلے کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یونیورسٹی ٹائمنگ میں کافی مرتبہ وہ گھر والوں سے چھپ کر ان کے ساتھ لنچ کرنے گئی تھی مگر گھر سے بغیر باپ یا بھائی کے اسے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

بظاہر یہ سب دوست تھے مگر حماد فلرٹی انسان تھا۔ اس کی نظر علینہ کے ساتھ عشال پر بھی ہوتی تھی۔

"عشال کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ پہلے کہاں جانا ہے؟" حمزہ نے مداخلت کی تھی۔

پورے دن کا لائحہ عمل بناتے ہوئے وہ چاروں دو گاڑیوں میں سوار ہوئے تھے۔ علینہ حماد کے ساتھ جبکہ حمزہ ہانیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔

#####

#####

"عشال! عشال بیٹی کہاں ہو؟"

"جی امی جان۔"

"بیٹی تمہارے بھائی نے اپنے دوستوں کے ساتھ جانا ہے۔ اٹھو اس کے کپڑے ہی پریس کر دو۔"

"امی ایک بات تو بتائیں، یہ ساری پابندیاں لڑکیوں پر ہی کیوں ہوتی ہیں؟ جس طرح بھائی کو آزادی ہے جہاں چاہے آ جا سکتا ہے ایسے مجھے اجازت کیوں نہیں ہے؟"

عشال ماں سے شکایت کر رہی تھی۔

"پہلے تو کبھی میری بیٹی کو اس بات پر شکایت نہیں ہوئی پھر آج کیا بات ہے؟ بتاؤ مجھے۔"

"امی علیہ اور ہانیہ بھی تو گھومنے پھرنے جاتی ہیں، انہیں کوئی نہیں روکتا۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" عشال کی امی بات سمجھ گئی تھیں۔

"بیٹی ہم صرف تم پر پابندی عائد نہیں کرتے۔ تمہارے بھائی پر بھی تمہارے ابو کی عقاب سی نظر ہوتی ہے۔ تمہارے ابو اس کے ہر دوست کے والد کو جانتے ہیں اور آج بھی انہوں نے تسلی کر کے خود اجازت دی ہے۔"

عشال کے والدین اپنے دونوں بچوں کو ایک جیسا پیار دیتے تھے۔ اگر وہ عشال کو روک ٹوک کرتے تھے تو اس کے بھائی پر بھی کچھ پابندیاں لاحق تھیں۔ آج کے دور میں جہاں لڑکی کی حفاظت ضروری ہے وہی لڑکے کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے۔

"مگر کیوں امی جان؟ ہمارا ملک آزاد ہے تو پھر کس بات کا ڈر؟ ہمیں اپنے ہی ملک میں آزادی نہیں ہے۔"

بیٹی کی بات سن کر اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے وہ پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ بچوں کو ڈانٹنے سے وہ باغی ہو جاتے ہیں اور اپنی ضد منوانے کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں اس لیے انہیں پیار سے ہی سمجھانا چاہیے۔

"بیٹی! الحمد للہ ہم آزاد ملک میں رہ رہے ہیں۔ ایک محفوظ چھت تلے رہ رہے ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے اپنا گھر بھی محفوظ نہیں ہوا کرتا تھا۔ اللہ پاک تمہارے نانا ابو کو جنت نصیب کرے (آمین) وہ بتایا کرتے تھے کہ اپنی پوری فیملی میں وہ اکلوتے زندہ بچ کر پاکستان پہنچے تھے۔ وہ کسی کام سے باہر

تھے جب ان کے گھر میں گھس کر ان کے والدین، بہنوں اور بھائیوں سب کو قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ تو کوئی نیک اللہ کا بندہ تھا جو تمہارے نانا کو اپنے ساتھ چھپ چھپا کر پاکستان لے آیا۔"

عشال خاموشی سے اپنی والدہ کی بات سن رہی تھی۔

"بیٹی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم ایک آزاد ملک میں رہ رہے ہیں۔ ہمارے گھروں کی چھتیں محفوظ ہیں۔ ہم محفوظ چار دیواری میں رہ رہے ہیں۔ مگر۔۔۔"

"مگر کیا امی جان؟"

"میری بچی تم ابھی نا سمجھ ہو، تمہیں اچھے برے کا نہیں پتہ، یہ جس چار دیواری میں تم رہی ہو ناں اس کے باہر کی دنیا بہت ظالم ہے۔ ہر جگہ درندے گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ کب کس کا شکار کریں۔ بیٹی اس آزاد ملک میں ہی بہت سے بھیڑیے موجود ہیں جو نہ لڑکی دیکھتے ہیں نہ لڑکا، جنہیں بس شکار چاہیے۔ یہ درندہ صفت لوگ تو ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ ان سے حفاظت بہت ضروری ہے میرا بچہ۔"

انہوں نے آخری جملہ عشال کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے سمجھایا تھا۔

"جی امی جان۔"

عشال کو بہت سی شکایتوں کے جواب مل گئے تھے اور وہ پر سکون تھی مگر دوستوں کے ساتھ نہ جانے پر وہ اب بھی افسردہ تھی۔

"چلو اٹھو بھائی کے کپڑے پرپس کر دو۔ تم نے تو مجھے بھی باتوں میں لگا دیا۔" اس کے سر پر پیار سے چت لگاتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔

"جی امی جان!"

#####

#####

وہ چاروں سارا دن گھومنے پھرنے کے بعد ایک کلب میں داخل ہوئے تھے اور اس کی رنگینیوں میں کھو گئے تھے۔ علینہ اور حماد ڈرنک کر کے ڈانس میں مصروف تھے۔ حمزہ ڈرنک کے دو گلاس لایا ایک خود پیتے ہوئے اس نے دوسرا ہانیہ کی طرف بڑھایا جو کہ کسی کی ٹکڑ سے نیچے گر گیا اور حمزہ نشے میں دھت اس آدمی پر چلانے لگ گیا۔ ہانیہ کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا اس لیے وہ کلب سے باہر نکل آئی۔ حمزہ جو اس کے پیچھے لپکا تھا آنکھیں دھندلا جانے کے باعث اسے دیکھ نہ پایا۔ وہ چاروں اکثر کلب جایا کرتے تھے مگر ہانیہ اور علینہ کی موجودگی میں وہ دونوں ڈرنک نہیں کرتے تھے۔

ہانیہ کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا جس وقت وہ گھر پہنچی رات کا ایک بج رہا تھا۔ گرینڈ پا یقیناً سو چکے تھے اس لیے وہ بھی فریش ہو کر سونے چلی گئی۔

#####

#####

ہانیہ ناشتہ کر رہی تھی جب اسے موبائل سکرین پر علینہ کا نام روشن نظر آیا۔ اس نے نیکپن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"علینہ۔۔۔ علینہ۔۔۔ چپ کر جاؤ پلیز۔۔۔"

دوسری طرف سے عشال کی آواز گونج رہی تھی، جبکہ علینہ کی ہچکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

یہ کانفرنس کال تھی جو عشال نے پہلے پک کی تھی اور وہ علینہ کو چپ کروا رہی تھی۔

"علینہ۔۔۔ عشال۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے، علینہ تم روکیوں رہی ہو؟ عشال تم ہی کچھ بتاؤ۔" ہانیہ نے پریشانی سے اتنے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔ میں بھی پوچھ رہی ہوں مگر یہ کچھ بتا ہی نہیں رہی۔۔۔ علینہ بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

ہانیہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے اس نے علینہ سے بھی سوال کر ڈالا تھا۔

"عش۔۔۔ عش۔۔۔ عشال۔۔۔ ہا۔۔۔ ہانی۔۔۔ سب۔۔۔ سب ختم۔۔۔۔۔"

اس نے پھر سے ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کر دیا تھا۔ یہاں ہانیہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی مگر یہ ادھوری بات عشال کی سمجھ سے باہر تھی۔

پھر علینہ نے ہچکیاں باندھتے ہوئے گزشتہ رات کی ساری روداد سامنے رکھ دی تھی کہ کیسے ان دونوں نے نشے میں دھت ساری حدیں پار کر دی تھیں اور حماد ہوش میں آتے ہی کہیں لا پتہ ہو گیا تھا۔ علینہ روئے جا رہی تھی جبکہ عشال اور ہانیہ سکتے کے عالم میں تھیں۔ سکتہ تو تب ٹوٹا جب کال خود ہی منقطع ہو گئی تھی۔

عشال بت بنی بیٹھی تھی جبکہ اس کی آنکھوں سے آنسو متواتر روانہ تھے۔ وہ فوراً غسل خانے کی طرف بھاگی اور وضو کر کے مصلحہ بچھا لیا۔

کچھ کہنے کو زباں کھل ہی نہیں رہی تھی۔ بس دونوں پھیلے ہوئے ہاتھوں پر آنسو متواتر گر رہے تھے۔ آج کچھ کہنے کو نہیں تھا اور کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ جس ذات کے آگے وہ ہاتھ

وہ خاموش لبوں کے ساتھ دل میں اپنے رب سے ہمکلام تھی۔

"اللہ جی علینہ کو معاف کر دیں۔۔ اگر میں کل انکے ساتھ چلی جاتی تو۔۔۔۔۔"

#####

#####

ہانیہ ہنوز سکتے کے عالم میں بیٹھی تھی جب گرینڈ پانے اسے آواز دی۔

"ہانیہ بیٹا ایسے کیوں بیٹھی ہو؟"

"گرینڈ پامچے مئی ڈیڈی نے اتنی آزادی کیوں دی؟"

"بیٹا وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"تو پیار کا کیا مطلب ہے بالکل ہی آزاد چھوڑ دیا جائے۔ انہیں میری بالکل پرواہ نہیں ہے۔ اگر پرواہ ہوتی تو وہ میری حفاظت کرتے۔"

"کیا ہوا ہے ہانی بیٹا؟ تمہاری ہی مرضی تھی کہ تم پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے اور جب بیٹا انہوں نے تمہاری مرضی کو ترجیح دی تو تم خود ہی ان سے بدگمان ہو رہی ہو۔"

"گرینڈ پا آپ کیوں ہر جگہ آنے جانے سے مجھے روکتے تھے؟"

ہانیہ روتی نہیں تھی مگر آج اس کے لہجے کی سنجیدگی گرینڈ پا کو بھی ڈرا رہی تھی۔

"ہانی بیٹی تمہیں سمجھانا میرا فرض ہے۔ تمہارے ماں باپ تو پرانی روایات و اقدار کو بھول گئے مگر ہم نے ان روایات کو بچانے کے لیے جس قدر تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔"

"بیٹا عورت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "چھپانے کی چیز" ہے۔ اور ہماری ماؤں، بیٹیوں، بہنوں کو جو چھپ کر رہنے کی تلقین کرے انہیں وہ بندہ زہر لگتا ہے۔"

آج اسے گرینڈ پا کی باتیں سمجھ آ رہی تھیں۔ اگر کل علینہ کی جگہ وہ ہوتی تو شاید کسی کونے میں بیٹھ کر ماتم کر رہی ہوتی۔ وہ بربادی سے صرف چند قدم دور تھی اور اللہ پاک نے اس کی عین موقع پر حفاظت کر لی تھی۔ اسے عشال پر رشک آ رہا تھا کہ اس کے والدین نے ہمیشہ اپنی بیٹی کی حفاظت کی تھی۔

"بیٹا میرے تکیے کے نیچے رومال پڑا ہو گا، لے کر آنا۔" اگلے ہی لمحے وہ گرینڈ پا کا رومال لے کر حاضر ہوئی تھی۔

"اس پر تو آپ کا نام لکھا ہے گرینڈ پا۔"

"ہاں بیٹی یہ میری نازو نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا۔" نازو کا نام لیتے ہی گرینڈ پا کے چہرے پر سوگوار مسکراہٹ ابھری تھی۔

"نازو کون؟" ہانیہ نے حیرانگی سے پوچھا تھا کیونکہ اس کی گرینڈ ما کا نام نازو نہیں تھا۔
"بیٹی نازو میری خالہ کی بیٹی اور بچپن کی پہلی منکوحہ تھی۔"

ہانیہ پر پہلی مرتبہ انکشاف ہوا تھا کہ گرینڈ ما سے ان کا دوسرا نکاح تھا۔
"جس وقت پاکستان کی طرف ہجرت کا اعلان ہوا تو بہت سے ہندو اور سکھوں نے گھروں سے جوان بیٹیوں کو اٹھانا شروع کر دیا۔ جو لوگ مزاحمت کرتے ان کے گھر کے جوان بیٹوں کو قتل کر دیا جاتا۔" گرینڈ پاسانس لینے کے لیے رکے تھے۔

"ہمارے علاقے میں جب یہ لوگ داخل ہوئے تو بہت سے ماں باپ نے اپنی بیٹیوں کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹ دیا تھا۔ جس میں میری نازو بھی شامل تھی۔"
"کیوں گرینڈ پا؟" ہانی حیرانگی کے عالم میں بولی۔

"کیونکہ بیٹا ماں باپ کو اپنی بیٹیوں کو خود قتل کرنا گوارہ تھا مگر ان ناپاک ہندوؤں اور سکھوں کے حوالے کر کے انکی بے حرمتی کروانا گوارہ نہ تھا۔"
"مگر گرینڈ پا وہ ان کو بچا بھی تو سکتے تھے۔"

"بیٹی یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جب درندے صحن میں موجود ہوں تو اکیلے ماں باپ اپنی بیٹی کی حفاظت کیسے کرتے؟ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ انہوں نے صحیح کیا یا غلط مگر اس وقت جو ان بیٹیوں کے والدین کو صحیح لگا انہوں نے کر دیا۔ ایک باپ اپنی بیٹی کی لاش تو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے کردار

پر لگے داغ وہ کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ بیٹی مر جائے تو ایک مرتبہ مرتی ہے مگر اس کے کردار پر داغ لگ جائے ناں تو ماں باپ ہر روز مرتے ہیں۔"

"گرینڈ پا!" وہ جو کبھی روئی نہ تھی اپنے گرینڈ پا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھی تھی۔
 "بیٹی میری ناز تو مر گئی مگر اس جیسی ہزاروں لڑکیوں کو سبق دے گئی کہ اس وطن کی خاطر، اپنی عزت کی خاطر مر جانا مگر اس کی عزت و حرمت پامال نہ ہونے دینا۔"

اس نے دل ہی دل میں ارادہ کیا تھا کہ وہ آج سے اپنے گرینڈ پا کی کہی ہوئی ہر بات مانے گی۔ اگر اسے روایات سے دور والدین ملے تھے تو وہیں اللہ پاک نے اسے اپنے وطن سے خالص محبت کرنے والے گرینڈ پا سے نوازا تھا۔

"گرینڈ پا مجھے معاف کر دیں میں اپنے وطن کی آزادی کا مقصد بالکل بھلائے بیٹھی تھی۔"
 "بیٹی ابھی بھی دیر نہیں ہوئی، اللہ پاک سے معافی مانگو وہ سب کو معاف کرنے والا ہے اس کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میری بیٹی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں جلد ہی اپنی غلطیوں کا احساس ہو جاتا ہے۔"
 آج اسے واقعی اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا اور اس نے سچے دل سے توبہ کی تھی۔

#####

#####

ایک ماہ بعد:

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

"آجائیں امی جان ہانیہ بھی آگئی ہے۔"

"ہاں ہاں بس چادر اوڑھ لوں آ رہی ہوں۔"

آج چودہ اگست کا دن تھا۔ ہانیہ عشال اور اس کی والدہ کے ساتھ بہت اٹیچ ہو گئی تھی۔ وہ عشال کی والدہ کو اپنی والدہ کی طرح سمجھتی تھی کیونکہ عشال کی امی ہانیہ کو بھی اپنی بیٹی کی طرح ہر بات بہت پیار سے سمجھاتی تھیں۔ آج ان سب نے مل کر یتیم بچوں کے لیے بہت سے پکوان بنائے تھے اور اب یتیم خانے بچوں میں سب تقسیم کرنے جانا تھا۔

اس روز کے بعد ہانیہ اور عشال نے علیحدہ کا بہت پتہ لگوا یا مگر وہ کہیں نہ ملی۔ حماد بھی لا پتہ تھا۔ حمزہ سے ہانیہ کی بس رسمی سلام دعا رہ گئی تھی۔ حمزہ نے نئی دوستیں بنالی تھیں۔ ہانیہ اور عشال کی زندگی بھی آہستہ آہستہ معمول پر آگئی تھی۔

#####

#####

یہ کہانی تو یہاں ختم ہو گئی مگر آپ کی کہانی ابھی شروع ہوئی ہے۔ آپ اگر عشال جیسی کسی فیملی سے ہیں تو خدا کا شکر کریں کہ اللہ پاک نے آپ کا اچھا برا بتانے کے لیے آپ کے والدین کا سایہ آپ پر سلامت رکھا ہے۔ آپ کو بس اپنے والدین کی کہی ہوئی ہر بات کو سمجھنا ہے۔ اگر آپ ہانیہ جیسی کسی فیملی سے ہیں تو اپنا اچھا برا خود سوچیں۔ والدین نے اگر آپ کو آزادی دی ہے تو اس آزادی کا نا جائز فائدہ مت اٹھائیں۔ ہانیہ کی زندگی علیحدہ کی طرح بننے میں بس چند قدم دور تھی۔ یہ آپ پر منحصر ہے آپ جس بھی فیملی سے تعلق رکھتی ہیں آپ کو اپنا اچھا برا خود سوچنا ہو گا۔ یہ آپ پر ہے کہ

آپ علینہ، ہانیہ اور عشال میں سے کس زندگی کو چننا پسند کرتی ہیں۔ میری باتیں بہت سی بہنوں کو بری لگی ہوں گی مگر میرا مقصد آپ کو سمجھانا تھا، آپ کی دل آزاری کرنا نہیں۔ میری یہ چھوٹی سے کاوش اگر آپ کو پسند آئے تو دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو دل سے معذرت ہے۔

فقط آپ کی سعدیہ عارف۔۔۔۔۔

